گئے۔ جن میں سے محکم و متشابہ اور ناسخ و منسوخ کی بحثیں ہیں۔ حالانکہ ان کا تعلق مسلمانوں سے ہے ہی نہیں۔ بلکہ اہلِ زیغ یعنی نصاریٰ سے ہے۔

بحث ناسخ و منسوخ : دریابادی صاحب مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ (بقرہ ۱۰۶) کے ترجمہ میں آیت کا ترجمہ آیت ہی کرتے ہیں، اور لکھتے ہیں کہ (پرانی کتابوں کی آیتوں کا قرآنی آیتوں سے منسوخ ہونا تو ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے)

اس جگہ آیت کے معنی حکم کے ہیں۔ یعنی وہ احکام جو مشرکین اور اہل کتاب نے گڑھ لئے ہیں۔ مثلاً شرک، قصاص کا غلط طریقہ۔ سود خوری وغیرہ۔ اُن میں سے اکثر منسوخ کر کے نئے قوانین زندگی دئیے گئے۔

اسی طرح اہلِ کتاب کے خود ساختہ احکام شرع کو بھی قرآن نے منسوخ کیا اور بتایا کہ تم نے جو احکام اپنی کتابوں میں داخل کر لئے ہیں وہ خدا کے دئے ہوئے احکام نہیں ہیں بلکہ خود ساختہ ہیں۔ اس بات کو بالکل صاف کر دینا چاہئیے اس لئے کہ قرآن بار بار کتب قدیمہ کی تصدیق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ایمان لاؤ بِمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (بقرہ) اور قرآن اُن کا مصدق ہے (مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ) (بقرہ ۹۷) حتیٰ کہ قانون موسیٰ کی تصدیق کرتے ہوئے رسول اللہؐ نے زیدؓ کی مطلقہ بی بی زینبؓ سے نکاح کیا۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ توراۃ کے نازل ہونے سے پہلے اسرائیل نے بعض غذائیں اپنے اوپر حرام کر لی تھیں (كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ ..... (آل عمران ۹۴) اسی طرح یہ بھی بتایا کہ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ میں هُدًى وَّنُورٌ ہے اور یہ بھی کہہ دیا کہ توراۃ میں لکھا ہے کہ آسمانوں اور زمین وغیرہ کو خدا نے چھ دن میں پیدا کیا، یہ تو صحیح ہے۔ مگر یہ کہ بناتے بناتے خدا تھک گیا اور ساتویں دن آرام کیا یہ صحیح نہیں (وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ (سورہ ق ۳۸) لہذا سبت کے دن آرام کرنا

بے معنی بات ہے۔ غرض کہ یہ کہنا چاہیئے کہ کتب قدیمہ کی غلط باتوں کو جو لوگوں نے اُن میں داخل کر دیا تھا، یا توراۃ کے نزول سے پہلے ہی جو طعام اپنے اوپر حرام کرتے تھے وہ خدائی قانون کے مطابق نہ تھے انھیں خدا نے منسوخ کر دیا۔

جہاں تک قرآن کا تعلق ہے، مولانا لکھتے ہیں کہ (قرآن کے بعض احکام ایسے ہیں کہ خود قانون ساز کے قلم سے عین وضع قانون کے دوران میں بدل دئے گئے، چونکہ یہ عارضی اور ہنگامی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی جگہ مستقل اور دوامی قوانین نے لے لی۔)

اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ خود قرآن کریم میں بعض عارضی اور ہنگامی حیثیت کے قوانین موجود ہیں۔ لیکن نہ خدا نے بتایا اور نہ رسول نے کہ وہ عارضی قوانین کون سے ہیں۔ اور جب دائمی قوانین ہی باقی رکھنے تھے تو عارضی قوانین کو قرآن سے خارج کیوں نہ کر دیا تاکہ ہم تفسیر بالرائے کرنے والوں کی دراندازی سے محفوظ رہتے۔ ہم جانتے ہیں کہ قرآن کا کوئی حکم " عین وضع قانون کے دوران میں" بدلا نہیں گیا۔ جو احکام بھی بدلے گئے وہ قرآن کے احکام نہیں تھے۔ قرآن کی ایک بھی آیت منسوخ نہیں۔ البتہ قرآن کا نزول ہی اس لئے ہوا تھا کہ دوسری شرکیہ کتابی قوموں کے خود ساختہ اور غیر خدائی احکام کو بدلے۔

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ ، قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (نحل ۱۰۱) سے صاف ظاہر ہے کہ رسولِ کریم کو کفار ہی مفتری وکذاب وکاہن (نعوذ باللہ) بتاتے تھے جب کبھی ان کی غلط روی کے احکام (آیات) کو قرآن بدلتا تھا۔ یہاں بھی قرآن کی آیتوں کے بدلنے کا ذکر نہیں۔ قرآن بار بار کہتا ہے لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ (یونس ۶۴) اور یہ بھی کہتا ہے کہ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ (روم ۳۰) اور پھر کہتا ہے کہ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ (ق ۲۹) آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ الخ کا تعلق قرآن کی آیت یا حکم کی تنسیخ سے نہیں ہے۔ بلکہ اسرائیل کی اس رسم سے متعلق ہے کہ انھوں نے بیت المقدس کے ہیکل کو قبلہ بنا لیا تھا۔ وہ بھول گئے

تھے کہ (اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ (آلِ عمران ۹۶)

بات یہ ہے کہ رسول اللہؐ جب مکہ میں تھے تو کعبہ کی طرف اُس سمت کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھتے جدھر بیت المقدس ہے ۔ ہجرت مدینہ کے بعد یہود اور مسلمانوں کی اُمت واحدہ بنی ۔ اور سب بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے ۔ لیکن رسول اللہؐ خدا کے حکم کے منتظر تھے اور آسمان کی طرف دیکھتے تھے کہ کس طرف رُخ کرکے نماز پڑھی جائے آخر خدا کا حکم آیا فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا ، فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اب یہودیوں کی یہ رسم منسوخ کردی گئی کہ بیت المقدس کی طرف قبلہ مانا جاتے ۔ بلکہ وہ قبلہ بنایا گیا جسے بنو اسرائیل بھول گئے تھے یعنی اصلی قبلہ تو مسجد الحرام ہے جسے حضرت ابراہیم نے بنایا تھا ۔ اور اس قبلہ کی طرف منہ کرنا بیت المقدس کے قبلہ سے بہتر ہے (بخیر منہا) سے یہی مراد ہے کہ بنو اسرائیل اور بنو اسماعیل دونوں کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم تھے ۔ لہذا کعبہ کو قبلہ بنانے میں سنت ابراہیمی پر بھی عمل ہے اور دونوں قوموں کے اتحاد کا بھی باعث ہے ۔ اس طرح وہ یہودی یا اسرائیلی قبلہ منسوخ کردیا گیا اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ یہودی جانتے ہیں کہ یہ حق ہے (اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ ۔) (البقرہ ۔ ۲۶ ۔ ۱۴۴) اور یہ بھی کہا کہ تم یہودی قبلہ کے تابع نہیں ہو (وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَھُمْ (بقرہ ۔ ۱۴۵) اور پارہ سیقول کے پہلے دو رکوعوں میں بار بار مسجد حرام کو قبلہ بنانے کی تاکید کی گئی ۔

غرض کہ قرآن کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں کی گئی ۔ اور یہودی قبلہ کی طرف رخ کرنے سے روکا گیا یعنی یہودی آیت یا حکم منسوخ ہوا ۔ اگر مولانا قرآن کی ایک بھی عارضی آیت بتا سکیں جو خدا نے "عین قانون سازی کے دوران میں منسوخ کی ہو تو ہم اُس کا جواب دینے کو تیار ہیں ۔ ورنہ اس طرح کی باتیں اپنی تفسیر سے نظر ثانی کرتے وقت خارج کردیں ۔ تاکہ جن کے لئے وہ یہ تفسیر لکھ رہے ہیں وہ قرآن پر اعتراض نہ کرسکیں ۔

جنوبی ہند علم و فضل اور ذہانت و فطانت کے میدان میں

جناب مولانا حکیم فضل الرحمٰن صاحب صولتی مقیم امبور جنوبی ہند

مجھے فطرتاً ان لوگوں سے ایک خاص محبت ہوتی ہے جن کو واہب العطایا نے ذہانت و فطانت اور شوقِ علم سے سرفراز فرمایا ہو۔ ۱۹۲۶ء کا ذکر ہے کہ جب میں جامعہ دارالسلام عمرآباد کے طبی کالج کا پروفیسر تھا تو جامعہ کے ایک خورد سال طالب العلم پر میری نظر پڑی جو تمام طلباء میں ذہانت کے لحاظ سے درجۂ اول کی حیثیت رکھتا تھا اور ساتھ ہی اسے شوقِ علم بھی بہت زیادہ تھا ہر وقت پڑھنے میں لگا رہتا تھا ایک دن میں نے حضرت مولانا الحاج محمد فضل اللہ صاحب علیہ الرحمۃ ناظم جامعہ سے عرض کیا کہ یہ لڑکا بہت ہی ذہین ہے اور اس پر لطف یہ ہے کہ علم کا شوق بہت زیادہ رکھتا ہے کسی وقت بے کار نہیں رہتا ہر وقت پڑھنے لکھنے میں اور مطالعہ میں منہمک رہتا ہے اکثر لڑکے یا تو ذہین نہیں ہوتے اور جو ہوتے ہیں تو وہ محنت نہیں کرتے مگر اس لڑکے میں یہ دونوں وصف موجود ہیں۔ حضرت ناظم صاحب نے فرمایا کہ میں بھی دیکھ رہا ہوں یہ بہت ذہین اور شوقین ہے اور ساتھ ہی بہت ہوشیار اور عقلمند بھی ہے اکثر ذہین اور شوقین طلبا بھولے بھالے ہوتے ہیں وہ نہ خود اپنے علم سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں مگر اس لڑکے سے میری امیدیں وابستہ ہیں، انشاء اللہ تعالےٰ اس سے نہ صرف جامعہ دارالسلام کی نیک نامی ہوگی بلکہ پورے جنوبی ہند کے لئے ان کی ذات باعث فخر و مباہات ثابت ہوگی یہ گفتگو آج سے ۳۹ سال پیشتر کی تھی آج وہ ذات ستودہ صفات افضل العلماء مولانا حافظ محمد یوسف صاحب کوکن عمری ایم۔ اے کے نام سے مشہور ہے آپ مدراس یونیورسٹی کے شعبۂ اردو

فارسی اور عربی کے مصنف ہیں اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ مندرجہ ذیل کتب کے مصنف ہیں (۱) مختصر تاریخ ہند ۲۲۸ صفحے (۲) نامعلوم انسان ۳۷۸ صفحے (۳) کلیات امجدی ۱۱۱۲ صفحے (۴) اصل الاصول ۲۶۲ صفحے (۵) شوائل الحوقی شرح ہیاکل النور عربی ۵۵۵ صفحے (۶) مثنوی بہار عشق فارسی ۲۷۰ صفحے (۷) بہار اعظم جاہی ۱۶۲ صفحے (۸) باقر آگاہ ۱۵۵ صفحے (۹) قرآنی ۵۷ صفحے (۱۰) بحر العلوم ۵۰ صفحے (۱۱) امید ابن ابی الصلب ۴۰۰ صفحے (۱۲) امام ابن تیمیہ ۶۷۲ صفحے (۱۳) خانوادہ قاضی بدر الدولہ۔ حصہ اول ۵۳۸ صفحے۔

ان میں سے امام ابن تیمیہ کو حد درجہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے نہ صرف ہندوستان اور پاکستان بلکہ عرب اور عراق و مصر میں بھی اس کی شہرت ہے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے پرنسپل صاحب نے اس کا عربی ترجمہ کرانے کی خواہش ظاہر کی ہے، یہ کتاب سنہ ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی تھی جب کتاب میری نظر سے گذری تو میں نے نجی خط میں اس پر تبصرہ لکھ دیا وہ تبصرہ ان کو پسند آیا تو انھوں نے رسالہ برہان بابتہ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۶۰ء میں شائع کرایا مدیر برہان نے میرے تبصرہ پر ایک مختصر سا دیباچہ بھی ارقام فرمایا اس مختصر سے تبصرے نے مجھے گوشۂ گمنامی سے نکال کر شہرت کے میدان میں پہنچا دیا اس خط کو ہندوستان اور پاکستان کے کئی اخباروں نے نقل کیا ہے جن کا میں ممنون ہوں۔ آخری تصنیف "خانوادہ قاضی بدر الدولہ" ہے اس کے دیکھنے سے عقل حیران رہ جاتی ہے کہ مصنف نے کس قدر محنت و جانفشانی سے ان حقائق و معارف کو مختلف خزائن سے نکال کر صفحۂ قرطاس پر اہل علم وفضل کے سامنے پیش کیا ہے۔ شمالی ہند کے اکثر باشندے جنوبی ہند کو زیادہ وقعت اور عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور اسے علم وفضل کے لحاظ سے معمولی خطہ خیال کرتے ہیں چند سال قبل میں ایک ضرورت سے دہلی گیا تھا قیام تو ناز ہوٹل میں تھا لیکن کبھی کبھی جمعیۃ العلماء کے دفتر میں چلا جاتا تھا ایک دن ایک مولوی صاحب جو افغان تھے اور سرحد کے باشندے تھے ان سے پشتو میں گفتگو رہی تو انھوں نے استعجاب کے لہجہ میں کہا آپ مدراس کے علاوہ تین کتابیں اور چھپی ہیں اس دور دراز صوبہ میں جو علم وفضل کے مرکز سے دور واقع ہے

حالانکہ "انما یعرف ذوالفضل من الناس ذووہ" جب وہاں کوئی ذی علم ہی نہیں تو اصحاب علم کی قدر شناسی کون کرسکتا ہے۔ میں نے کہا میں وہاں عرصۂ دراز سے رہتا ہوں، خلافت کے زمانہ سے وہاں قیام ہے۔ اس علاقے کے لوگ میرا احترام کرتے ہیں خاص طور پر علمی طبقہ تو میرا بہت ہی قدر دان ہے میرے اس کہنے سے وہ مطمئن نہیں ہوتے میں نے تعجب کہا دو سال کی بات ہے کہ وہاں کے ایک فاضل اجل جو علوم مشرقیہ و مغربیہ دونوں کے فاضل ہیں جن کا نام نامی افضل العلما مولانا حافظ محمد یوسف صاحب کوکن عمری ہے موصوف مدراس یونیورسٹی میں شعبۂ اردو، فارسی اور عربی کے ریڈر ہیں اور جنہوں نے اب تک ۱۲ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں انکی میں "امام ابن تیمیہ" نامی کتاب بھی ہے جس کو علمی طبقہ نے بہت پسند کیا ہے، میں نے اس پر مختصر تبصرہ بھی کیا تھا جس سے میری بہت عزت اور شہرت ہوتی ہے انھوں نے کہا "اچھا وہ صاحب جنوبی ہند کے باشندے ہیں میں تو یہ سمجھا تھا کہ وہ یوپی یا پنجاب کے ہیں اس قدر قابل شخص کا وہاں پیدا ہونا واقعی جنوبی ہند کے لئے باعث فخر و مباہات ہے۔ برہان، معارف، مدینہ وغیرہ اخبارات و رسائل میں میں نے اُن کی مذکورہ کتاب کا ذکر دیکھا ہے اب میں اپنی رائے واپس لیتا ہوں مجھے اعتراف کرلینا چاہیئے کہ واقعی مدراس علمی خطہ ہے، اب ایک دلچسپی کا ذکر سنئے کم و بیش چھ سال قبل ایک خوش شکل و شمائل نوجوان اپنے والد کو علاج کی غرض سے میرے پاس لائے ان کے پاس مصر کا ایک عربی روزنامہ تھا اُسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ وانمباڑی کا آدمی اور عربی اخبار، میں نے پوچھا کہ اسے کیا کرتے ہیں انھوں نے کہا (عربی اخبارات سے) مجھے خاص طور سے دلچسپی ہے میں نے کہا کہ آپ ان اخبارات کو سمجھ بھی سکتے ہیں وہ ہنس کر کہنے لگے کہ سنئے میں پڑھ کر سناتا ہوں چنانچہ چند سطریں انھوں نے پڑھ کر سنائیں بالکل عربی لب و لہجہ میں، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ گویا عربی زبان ان کی مادری زبان ہے۔ اُن سطور کا مطلب بھی بڑی عمدگی کے ساتھ سمجھا دیا مجھے حیرت ہوئی کہ وانمباڑی کا باشندہ اور عربی زبان پر اس قدر عبور، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اسلامیہ کالج وانمباڑی کے عربی

اسٹر کے پروفیسر ہیں اور نام عبدالرحیم ہے اُن کی اس کم عمری اور بے نظیر قابلیت کو دیکھ کر میری حیرانی قدرتی تھی، اُن کے جانے کے بعد عزیزی مولوی حکیم عزیز الرحمٰن صاحب عمری اعظمی بھی تشریف لائے اور میں نے اُن سے پروفیسر عبدالرحیم صاحب کا ذکر کیا انھوں نے کہا کہ میں اُن کو اچھی طرح سے جانتا ہوں انھوں نے پہلے مدراس یونیورسٹی سے بی۔اے آنرز کا امتحان دیا طالب علمی کے زمانے میں اُن کی ذہانت اور قابلیت کا یہ حال تھا کہ بغیر کسی استاد کی مدد کے مدراس یونیورسٹی سے افضل العلما کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا اور امتحان کی تیاری میں صرف ریڈیو سے کام لیا۔ پھر ایم۔اے کے لئے علی گڈھ مسلم یونیورسٹی گئے اور اب وانمباڑی کے اسلامیہ کالج کے پروفیسر ہیں۔ اردو، فارسی، عربی اور انگریزی کے علاوہ فرنچ اور جرمن زبان پر کامل عبور حاصل ہے یہ زبانیں انھوں نے کسی استاد سے سیکھی نہیں ہیں بلکہ اُن کا استاد صرف ریڈیو ہے، سنا ہے کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کو فرنچ پروفیسر کی ضرورت تھی جو عربی زبان پر بھی کامل عبور رکھتا ہو، پچھلی دفعہ جب جناب کاکا حاجی محمد عمر صاحب سکریٹری جامعہ دارالسلام عمرآباد حج کے لئے گئے تھے تو آپ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے پرنسپل صاحب سے پروفیسر عبدالرحیم صاحب کا ذکر کیا کہ اُن کا تقرر جامعہ میں ہو جائے تو جامعہ کے لئے بہتر ہوگا، پرنسپل صاحب نے کہا کہ واپس جاکر پروفیسر مذکور کو یہاں آنے پر آمادہ کیجئے گا جب سکریٹری صاحب حج سے واپس آئے تو پروفیسر صاحب کو مدینہ یونیورسٹی کے لئے آمادہ کر دیا وہ جانے پر آمادہ بھی ہو گئے لیکن مصر کے جامعہ ازہر کو ایسے قابل شخص کی اشد ضرورت تھی، جامعہ ازہر کے ذمہ داروں کے اصرار پر پروفیسر صاحب مصر تشریف لے گئے ایک عرصہ تک جامعہ ازہر میں کام کرتے رہے قاہرہ سے سوڈان تشریف لے گئے اور جامعہ سوڈان کے پروفیسر بن گئے تین ماہ قبل وانمباڑی واپس تشریف لائے تھے جب میں ان سے ملنے گیا تو معلوم ہوا کہ سوڈان ہی واپس ہوں گے۔ والد کی علالت کی وجہ سے عارضی طور پر تشریف لائے ہیں میں نے ان کے والد کا معائنہ کیا اور کہا کہ میں علاج کروں گا لیکن وہ ڈاکٹر کے زیر علاج تھے اس لئے میری طرف متوجہ نہیں ہوئے یہ دیکھ کر میں خاموش ہو گیا چند

دن کے بعد ان کے والد کا انتقال ہو گیا والد کے انتقال کے بعد پھر واپس سوڈان تشریف لے گئے ہیں اور وہیں مصروف تدریس ہیں۔

اب ایک اور صاحبِ علم و فضل کا ذکر کرتا ہوں یہ کم عمر ہیں لیکن علم و فضل کے لحاظ سے بہت بڑے ہیں آپ کا نام مولانا حافظ حفیظ الرحمٰن عمری اعظمی ہے آپ جامعہ دار السلام عمر آباد کے درجہ اول کے فارغ التحصیل ہیں اس کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ میں تعلیم کے لئے گئے اور ہر سال درجہ اول میں کامیاب ہوتے آخری سال میں وہ اتنے اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوئے کہ عقل حیران رہ گئی، ہندوستان، پاکستان، افغانستان، ایران اور عربستان کے جتنے طلبا رہتے ان کا درجہ ان میں سب سے اعلیٰ رہا ان کی اس عظیم الشان کامیابی سے جامعہ کے پرنسپل صاحب اور تمام اساتذہ بے حد متاثر ہوئے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ جامعہ کے پروفیسر بن جائیں لیکن انھوں نے معذرت کی کہ میں جامعہ دار السلام عمر آباد میں خدماتِ تدریس انجام دوں گا چنانچہ مدینہ شریف سے عمر آباد تشریف لائے اور اب جامعہ مذکور میں بڑی عمدگی کے ساتھ تعلیم دے رہے ہیں۔ تعلیم دینے کے علاوہ مضمون لکھنے میں اپنے آپ نظیر ہیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں جب آپ تعلیم پا رہے تھے تو آپ نے امیر فیصل ولی عہد مملکت سعودیہ کے خطابِ عام کا بڑی عمدگی سے ترجمہ کیا خط کا مضمون بہت طویل ہے اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں، مولانا حافظ حفیظ الرحمٰن صاحب عمری اعظمی لکھتے ہیں مورخہ ۲۴ شعبان ۱۳۸۳ھ ریاض کے قصر شاہی میں ایک عظیم تاریخی اجتماع منعقد ہوا جس میں امیر فیصل بن عبد العزیز نے جو اس وقت سعودی عرب کے وزیر اعظم اور ولی عہد مملکت تھے تقریباً پانچ لاکھ آدمیوں کو مخاطب کیا تھا امیر موصوف کی پوری تقریر کا بہترین ترجمہ مولانا موصوف ہی نے کیا تھا، مکمل تقریر کا ترجمہ ہمارے پاس موجود ہے، اس ترجمے سے موصوف کی عربی قابلیت اور مہارتِ ترجمہ کا اندازہ ہو سکتا ہے اسی کے ساتھ ان کے ایک اور مضمون کا ذکر کرنا چاہتا ہوں ۱۹۶۰ء میں میرا فرزند عتیق الرحمٰن یکایک انتقال کر گیا تھا دوسرے دن صبح جنازہ کے لئے جامعہ دار السلام عمر آباد کے طلبا اساتذہ اور مولانا حافظ [illegible] ناظم جامعہ تشریف لائے نماز جنازہ کے بعد میرے غریب خانہ پر آئے اور حضرت مولانا عبد [illegible]